عورتوں میں سر کے بالوں کی تراش خراش کا فیشن

تحریر و ترتیب: شیخ ابوعدنان محمد منیر قمر حفظہٗ اللہ
کمپوزنگ: ابومحمد شاہد ستار

موجودہ زمانے میں روز بروز نت نئے فیشنوں کی ایجاد ہو رہی ہے اور مسلم معاشرے میں وہ تیزی سے پھیل رہے ہیں۔ انہی فیشنوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آج کل خواتین میں سر کے بالوں کی تراش خراش کا فیشن بہت مقبول ہوتا جا رہا ہے۔ خواتین اور خصوصاً نوجوان لڑکیاں زیب و زینت اور خوبصورتی کے لیئے اپنے سر کے اگلے حصہ کے بال کانوں تک کٹواتی اور تراشتی ہیں جبکہ پیچھے سے چوٹی بھی رہ جاتی ہے اور بعض خواتین تو چوٹی بھی کٹوا دیتی ہیں۔ اس طرح کے بال بنوانا اہلِ علم میں ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ بعض علماء جواز کے قائل ہیں جبکہ بعض دیگر کے نزدیک یہ ناجائز ہے۔

لٰہذا ضروری ہے کہ اس مسئلہ کا ذرا سنجیدگی کے ساتھ جائزہ لیا جائے۔ اس کے لیئے اس کے تین پہلو سامنے آتے ہیں:

❶ مردوں سے تشابہ کے لیئے بال کٹوائے ترشوائے جائیں۔ ❷ مغربی تہذیب اور غیر مسلم عورتوں کی نقالی میں ایسا ہو۔

❸ محض اپنے شوہر کے لیئے زیب و زینت کے لیئے اس فیشن کو اختیار کر لیا جائے۔

پہلی شکل: یہ قطعاً ناجائز ہے کیونکہ متعدد احادیث میں نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری، ابوداؤد اور مسند احمد میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، اسی طرح ان عورتوں پر بھی لعنت فرمائی جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

((لعن النبی المخنثین من الرجال والمترجلات من النسآء۔ الخ)) (بخاری مع الفتح ۱۰/۳۳۲)

''اور ایک دوسری حدیث میں تو یہاں تک ہے کہ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہو'' اور یہ بھی صحیح بخاری و دیگر کتب میں موجود ہے جس کے الفاظ ہیں:

((لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنسآء والمتشبھات من النسآء بالرجال))

ان احادیث کی رو سے ان عورتوں کا یہ فعل ناجائز ثابت ہوا جو کہ مردوں کی دیکھا دیکھی ایسا کرتی ہیں اور ان سے مشابہت پیدا کرنا چاہتی ہیں۔

دوسری شکل: اگر کوئی عورت مغربی تہذیب کی نقالی میں ایسا کرتی ہے اور محض فیشن پرستی کا نتیجہ بالوں کو کٹوانا یا تراشنا ہو تو بھی یہ جائز نہیں ہوگا کیونکہ ابوداؤد، مسند احمد اور معانی الاثار طحاوی میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((من تشبہ بقوم فھو منھم)) ''جس نے کسی قوم سے مشابہت کی وہ اس میں سے ہو جاتا ہے۔''

یہ حدیث صریح دلیل ہے کہ غیر مسلم مغربی عورتوں کی دیکھا دیکھی بال کٹوانا بھی جائز نہیں ہے۔

تیسری شکل: اب ایک تیسری شکل رہ جاتی ہے کہ نہ تو کسی کی نقالی ہو اور نہ ہی کسی سے مشابہت مراد ہو بلکہ خالص ترین وہ اپنے شوہر کے لیئے زیبائش مقصود ہو تو ایسی صورت میں بعض اہلِ علم نے لکھا ہے کہ عورت اپنے بال کاٹ سکتی ہے اور بعض اس کے بھی خلاف ہیں۔

☆ اس سلسلہ میں ایک تو علاّمہ محمد ناصر الدین البانیؒ کا اسم گرامی ہے جو کہ دورِ حاضر کے معروف محدّث ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب حجاب المراۃ المسلمۃ میں لکھا ہے کہ بال کٹوانے سے اگر غیر مسلموں سے مشابہت مقصود ہو تو حدیث من تشبیہ بقوم کی رو سے ناجائز ہے ورنہ جائز۔

جائزہ:

حضرت علاّمہ نے جلالت قدر کے باوجود کوئی نئی دلیل ذکر نہیں کی بلکہ صرف صحیح مسلم میں مذکور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھنّ کے فعل کو بنیاد بنایا ہے جبکہ اس حدیث سے استدلال بھی کئی وجوہات کی بنا پر صحیح نہیں ہے جس کی قدرے تفصیل ہم آگے چل کر ذکر کرتے ہیں۔

☆علاّمہ البانیؒ کی پیروی کرتے ہوئے ہی محمود مہدی استنبولی نے اپنی کتاب ''تحفۃ العروس'' کے حاشیہ میں ایک جگہ (ص ۱۴۲ مترجم اردو) لکھا ہے کہ ''جو عورتیں مردوں کی دیکھا دیکھی اپنے بالوں کو چھوٹا کرواتی ہیں مذکورہ بالا روایت من تشبیہ بقوم کی رو سے ان کے اس عمل کی حرمت معلوم ہوتی ہے اور اگر مردوں کی مشابہت مقصود نہیں تب یہ عمل حرام نہ ہوگا۔

جائزہ:

موصوف نے غیر مسلموں سے مشابہت کے ساتھ مردوں سے مشابہت ذکر کی ہے جبکہ علاّمہ البانیؒ نے صرف غیر مسلموں کی مشابہت کا ذکر کیا ہے اور بات بہر حال دونوں ہی صورتوں میں برابر ہے بلکہ غیر مسلموں سے مشابہت زیادہ سختی سے منع ہے اور دلیل ان کی بھی وہی ہے جو کہ علاّمہ البانیؒ نے ذکر کی ہے جس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

☆معروف صحافی مولانا کوثر نیازی نے اپنی کتاب ''مسلم خاندان اور جدید عصری تقاضے'' میں ''مسلم خواتین اور بعض جدید فیشن'' کے تحت لکھا ہے کہ مسلم فقہا جدید زمانے میں عورتوں کی طرف سے اختیار کیئے گئے بعض فیشنوں کے متعلق عام طور پر اختلاف رکھتے ہیں۔ مثلاً بالوں کو تراشنا اور ناخنوں کو رنگنا وغیرہ ایسے متنازعہ امور ہیں جن کے متعلق کوئی متفقہ فیصلہ نہیں۔ آگے عورتوں کی گیسو تراشی کے متعلق کتب فقہ حنفیہ میں سے درمختار (۵/ ۲۸۸) اور اس کی شرح وحاشیہ ابن عابدین المعروف فتاویٰ شامی (۵/ ۲۸۸) اور المحلی ابن حزم کے اقتباسات نقل کیئے ہیں جن کی رو سے عورتوں کا بال تراشنا گناہ ہے جس کے لیئے وہ لعنت کی سزاوار ہیں اور اس کا مؤثر ترین سبب مرد سے مشابہت کو قرار دیا گیا ہے اور آگے چل کر نیازی صاحب نے بھی صحیح مسلم والی مذکورہ حدیث کے حوالہ سے عورت کے بال تراشنے کی اجازت کا ذکر کیا ہے۔

جائزہ:

موصوف کا استدلال بھی اسی حدیث سے ہے جس سے پہلے ذکر کردہ علماء نے استدلال کیا ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

☆مولانا کوثر نیازی نے ہی اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ بہت عرصہ پہلے روزنامہ ''زمیندار'' لاہور کی اشاعت برائے فروری ۱۹۲۹ء میں ایک نامہ نگار نے یہی سوال اٹھایا تھا اور اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ دہلی میں بعض علماء نے فتویٰ دیا ہے جس میں انہوں نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ عورتوں کے لیئے بال تراشنا جائز ہے اور انہوں نے بھی محوالہ بالا صحیح مسلم والی حدیث سے ہی استناد کیا تھا۔ نیازی صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ کے ضمن میں ایک اہم سوال جو ہمارے سامنے آیا ہے یہ ہے کہ کیا آج جدید زمانے کی عورتیں جو بال ترشواتی ہیں وہ مرد کی مشابہت اختیار کرنے کی کوشش کرتی ہیں؟ اگر ایسا ہے تو اس کام کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے برعکس اگر عورت کی طرف سے یہ کوشش نہیں ہوتی کہ وہ مرد کی طرح دکھائی دے تو اسے اس عمل کی اجازت ہونی چاہیئے۔

جائزہ:

دہلی کے جن علماء کی طرف جواز کا فتویٰ منسوب کیا گیا ہے ان کا استناد بھی مذکورہ حدیث مسلم ہی ہے جس کے بارے میں ہم آئندہ سطور میں وضاحت کرنے والے ہیں۔

یہ تو علماءِ دہلی کے فتویٰ کی حد تک رہا جبکہ نیازی صاحب نے جس بنیاد پر اجازت ہونی چاہیئے کی بات کی ہے۔ اگر سبب صرف وہی ہوتا تو معاملہ صاف تھا لیکن یہاں تو اس کے علاوہ بھی بعض امور موجود ہیں خصوصاً غیر مسلم عورتوں کی نقالی اور من تشبہ بقوم والی حدیث سے اس کی ممانعت۔

☆لاہور سے شائع ہونے والے ایک نہایت علمی ہفت روزہ مجلّہ ''الاعتصام'' ۴۱ شمارہ ۳۶ بابت ۸ ستمبر ۱۹۷۹ء میں کسی قاری کے ایک سوال کے جواب میں اس مجلّہ کے اسوقت کے مدیر اور معروف عالمِ دین مولانا حافظ صلاح الدین یوسف نے لکھا تھا کہ بے پردگی ''مردوں سے تشابہ'' مغربی تہذیب کی نقالی اور فیشن پرستی مقصود نہ ہو تو عورت پیچھے سے اپنے بال کاٹ سکتی ہے یعنی پٹے بال بنوا اور رکھ سکتی ہے اور ان کا استدلال بھی صحیح مسلم والی حدیث سے ہی تھا اور انہوں نے شارحین مسلم میں سے امام نوویؒ کے تشریحی اقتسابات بھی نقل کئے تھے جن میں انہوں نے بھی جواز ذکر کیا تھا۔

جائزہ:

استدلال کی اصل بنیاد یہاں بھی وہی حدیثِ مسلم ہی ہے لہٰذا اس کا تفصیلی جائزہ لینا ضروری ہے جس سے بات صاف ہوجائے گی۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے استادِ گرامی مفتیٔ جماعت شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ صاحب مدنی حفظہٗ اللہ اور ایک فاضل محقق مولانا صغیر احمد شاغف بہاری حفظہٗ اللہ (مکہ مکرمہ) کا وہ تعاقبی مضمون اور مکتوب بھی نقل کر دیں جو کہ ''الاعتصام'' ہی کی جلد ۴۱ شمارہ ۴۵ بابت ۱۰ نومبر ۱۹۷۹ء میں مذکورہ جواب کے شائع ہونے کے جلد بعد ہی شائع ہوا تھا۔ اور پھر برصغیر کے معروف عالم مولانا عبدالسلام بستویؒ کی کتاب ''اسلامی صورت'' کے بعض متعلقہ اقتباسات اور مفتیٔ اعظم سعودی عرب کا فتویٰ بھی پیش کر دیتے ہیں۔

عورت معقول عذر کے بغیر سر کے بال نہیں کٹوا سکتی:

اس عنوان کے تحت پہلے حافظ ثناء اللہ صاحب کا تعاقبی مضمون ہے جس میں تمہید کے طور پر موصوف لکھتے ہیں: بلاریب اللہ، خالق البشر القائل ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾ نے بنی نوع انسان کی زیبائش، زیب و زینت اور اس کا حُسن اسکے سر کے بالوں میں رکھا ہے جو اس کی شخصیت کے لیئے پُر وقار اضافہ کے علاوہ قلبی و ذہنی مسرت و شادمانی کا پیغام ہیں۔ اسی بناء پر شریعتِ مطہرہ میں ان کی طہارت و نظافت کا بطورِ خاص حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ نبی الرحمۃ ﷺ کا فرمان ہے:

((من کان له شعر فلیکرمه)) (ابوداوٗد بحوالہ مشکوٰۃ شریف ۲/۳۸۲) ''یعنی جس کے بال ہوں اسے چاہیئے کہ انہیں صاف ستھرا رکھے۔''

دوسری روایت میں ہے:

((یکثر کان رسول اللّٰہ ﷺ دھن راسه وتشریح لحیته ویکثر القناع کانّ ثوبهٗ ثواب زیات)) (شرح السنہ بحوالہ مشکوٰۃ ۲/۳۸۱)

''آپ ﷺ کثرت سے سر پر تیل لگاتے اور کنگھی کرتے، بسا اوقات پگڑی کے نیچے کپڑا رکھتے گویا کہ آپ ﷺ کا وہ کپڑا تیلی کا کپڑا ہے۔''

اسی حسن کو قائم و دائم رکھنے کے لیئے سفید بالوں کو رنگنے کی تاکید فرمائی گئی۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((غیروا الشیب)) اور دوسری روایت میں ہے: ((غیروا ھذا بشئ واجتنبوا السواد)) (مسلم ۲/۱۹۹)

''یعنی ابوقحافہ (جو کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے والد تھے) ان کے بالوں کو رنگ دو اور سیاہ کرنے سے بچو۔''

یہ ایک ایسا اہم مسئلہ ہے جو اسلام کی آمد سے قبل بھی فطرتِ انسانی میں مرکوز تھا۔ چنانچہ جاہلی شعراء کے دواوین و قصائد کو اٹھا کر دیکھیں تو خوبصورت لمبے گھنے سیاہ بالوں کی مدح و ثناء میں جابجا رطب اللسان نظر آئیں گے۔ (آگے مضمون میں عربی اشعار بھی ہیں جو کہ حذف کر رہا ہوں) تاہم اسلام میں جہاں تک مرد کے بالوں کا تعلق ہے، اگرچہ بعض احادیث سے منڈوانے کا جواز ملتا ہے لیکن افضل و اولیٰ امر یہ ہے کہ بال رکھے جائیں، صاف کرانے سے احتراز کیا جائے۔

نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا عملی نمونہ کتبِ احادیث میں ہمارے سامنے موجود ہے جبکہ ﴿لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ﴾ اللہ کا ارشادِ حقیقت کی بنیاد ہے۔ آپ ﷺ کے بالوں کے وصف میں وارد ہے:

((الی انصاف اذنیه وفی روایة: بین اذنیه وعاتقیه)) (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ)

''آپ ﷺ کے بال نصف کانوں تک اور ایک روایت کے مطابق کانوں اور کندھوں کے درمیان تھے۔ ''مجمع البحار'' میں اس اختلاف کی وجہ جمع یوں بیان ہوئی ہے کہ اس کو مختلف اوقات پر محمول کیا جائے گا۔ جب آپ ﷺ بال کاٹنے میں تساہل برتتے تو کندھوں تک پہنچ جاتے اور اب کاٹتے تو کانوں تک۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کے لیئے بال رکھنے کا اندازہ اس حد بندی میں محدود ہے جبکہ عورتوں کو یہ ہیئت اختیار کرنی ممنوع ہے۔ جسطرح کہ مردوں کو عورتوں سے تشابہ اختیار کرنا بھی ناجائز ہے (آگے مضمون میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت والی دو احادیث ہیں جو ہم پہلی اور دوسری شکل کے ضمن میں ذکر کر آئے ہیں۔)

باقی رہا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھنّ کا طرزِ عمل کہ وہ اپنے بالوں کو کاٹتی تھیں۔اس بارے میں وارد روایت کا قدرے تفصیل سے جائزہ لینا چاہتا ہوں۔

معرض استدال روایت:

پہلے اصل روایت ملاحظہ فرمائیں:

((کان ازواج النبی ﷺ یا خذن من رؤوسھن حتی تکون کالوفرۃ))(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ ۱/ ۱۴۸)

''یعنی ازواجِ مطہرات اپنے بالوں سے لیتی (کاٹتی) تھیں حتیٰ کہ وہ وفرہ (کانوں تک پٹوں) کی مانند ہو جاتے۔''

مصنف نے کلام، ہذا حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن تابعیؒ سے نقل کیا ہے۔اس میں لفظ یَا خُذْنَ کا ترجمہ ضروری نہیں کہ کاٹنا ہی ہو۔احتمال ہے کہ اس کا معنیٰ یہ ہو کہ وہ اپنے بالوں کا خاص انداز سے جوڑا بنا لیتی تھیں جو''وفرہ'' کی شکل میں نظر آئے۔مسائلِ طہارت سے اس معنی کی مناسبت بھی ہے۔عورتیں عموماً غسل کے موقع پر ایسا کرتی ہیں۔

پھر مصنف کا اسے اس کے مناسب محل و مقام پر ذکر نہ کرنا بھی ہمارے مدعا کا مؤید ہے جبکہ صحیح مسلم اپنے حسن ترتیب اور سہل الماخذ ہونے میں معروف ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ شرع میں وفرہ، لمہ، اور جمہ (اہلِ فن کے صحیح تر قول کے مطابق وفرہ وہ بال ہیں جو کانوں تک ہوں۔کندھوں تک جمہ اور اس سے تجاوز کرنے والے بالوں کو لمہ کہا جاتا ہے۔) بالوں کے یہ اوصاف صرف مردوں کے لیئے بیان ہوتے ہیں عورتوں کے لیئے نہیں۔

یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بال حقیقۃً وفرہ نہ تھے صرف دیکھنے کو وفرہ معلوم ہوتے تھے۔اس لیئے یہاں کاف تشبیہہ سے تعبیر کی گئی ہے۔کالوفرۃ یعنی وفرہ جیسے تھے۔اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یا خذن کا معنیٰ کاٹنا ہے تو یہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھنّ کا خاصہ ہوگا کیونکہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ان کی حیثیت معتدات (مدت گزارنے والیوں) جیسی تھی۔قرآنِ مجید میں ہے﴿وما کان لکم ان توذوا رسول اللّٰہ ولآ ان تنکحوآ ازواجہ منۢ بعدہٖ ،ابداًانّ ذالکم کان عند اللّٰہ عظیماً﴾(سورۃ الاحزاب)''اور تمہارے لیئے یہ زیبا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ کہ آپ (ﷺ) کے بعد آپ (ﷺ) کی ازواجِ مطہرات سے کبھی نکاح کرو۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بڑا گناہ ہے۔''

قاضی عیاضؒ شارح صحیح مسلم نے اس بات کا اشارہ دیا ہے کہ ازواج النبی ﷺ کا یہ فعل (بالوں کا لینا) آپ ﷺ کی وفات کے بعد تھا اور صاحبِ تفسیر''اضواء البیان'' (شیخ محمد امین شنقیطی) نے امام نوویؒ کی پیروی کرتے ہوئے بایں الفاظ اس موقف کی تائید کی ہے۔وھو متعین ولا یظن بھن فعلہ فی حیاتہ ﷺ (اضواء البیان ۵/ ۵۹۸۔۶۰۱)''اور یہی (وفات کے بعد والی بات ہی) طے ہے کیونکہ ان کے بارے میں یہ گمان بھی نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے نبی ﷺ کی زندگی میں ایسا کیا ہو۔''

آیت احزاب میں مذکورہ حکم کے پیشِ نظر ازواج النبی ﷺ نے سادگی اور ترکِ زینت کو ضروری سمجھ کر فعل ہذا کا ارتکاب کیا ہو تا کہ کلی طور پر نکاح کے دواعی سے قطع و یاس ہو سکے۔ہر دو صورت میں امام نوویؒ کا قول :وفیہ دلیل علی جواز تحفیف الشعور للنساء ''کہ اس میں عورتوں کے لیئے بال ہلکے کرنے کی دلیل ہے۔''اس کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔انکا استدلال درست نہیں یہ بالخصوص جبکہ خود بھی وہ قاضی (عیاض کے موقف) کو درست قرار دے رہے ہیں۔نیز اس میں تغیر لخلق اللہ اور مُثلہ کا شائبہ بھی موجود ہے۔جو اس فعل سے مانع ہے۔واللہ اعلم

عام حالات میں اگر عورت کو بال کاٹنے کی اجازت ہوتی تو میرے خیال میں کم از کم حج کے موقع پر اس کو سر مونڈنے کا حکم ضرور ہونا چاہیئے تھا تا کہ اللّٰھم ارحم المحلّقین کی سعادت سے محروم نہ رہتی۔اس کے برعکس معاملہ یہاں تک محدود ہے کہ ماسوا چند بالوں کے سر کی تقصیر کی بھی اجازت نہیں تو عام حالات میں بلا وجہ بال کاٹنے کیسے جائز ہوں گے؟ ہرگز نہیں!

البتہ کسی معقول علّت وعذر کی بناء پر یہ فعل جائز ہے جیسے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے بیماری کی وجہ سے سر منڈوا دیا تھا۔﴿وقد فصل لکم ماحرم علیکم الاما اضطررتم الیہ الآیہ﴾ تفصیلی واقعہ صحیح ابن حبان میں گیارہویں نوع اور پانچویں قسم میں موجود ہے۔آگے چل کر علاّمہ البانی کی عدمِ تشبہ کی شکل میں جواز والی رائے کو بلا دلیل قرار دیتے ہوئے خلاصہ کے طور پر لکھا ہے۔دراصل ہمارے ماحول اور معاشرہ میں آج کل جو کچھ نظر آرہا ہے اسلامی تہذیب وتمدن کا قطعاً اس سے کوئی تعلق نہیں۔یہ خالصتاً مغربی اور استعماری تہذیب وتقلید کا نتیجہ ہے جس کی یلغار میں بڑے بڑے لوگ بھی خس وخاشاک کی طرح بہتے نظر آرہے ہیں۔(نعوذ باللہ من ھذہ الفتن۔ہفت روزہ الاعتصام مذکورہ بالا، بتصرف یسیر)

ایک مکتوب: برید حرم:

ہفت روزہ الاعتصام کے اس شمارے میں مذکورہ بالا مضمون کے آخر میں فاضل محقق مولانا ابوالاشبال شاغف (مکّہ مکرمہ) کا مکتوب بھی شائع ہوا ہے وہ بھی ہمارے موضوع سے متعلقہ ہی تھا۔اس میں موصوف نے ایک شکل میں جواز کا فتویٰ دینے والے مدیر مذکور کو لکھا کہ:

’’بے شک (امام) نوویؒ، ابی اور دوسرے حضرات نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی مسلم کی روایت سے جواز کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن میری رائے اس کے خلاف ہے کیونکہ حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا میں جو علّت موجود ہے یعنی بعد وفات رسولِ کریم ﷺ انہوں نے ایسے کیا تو اس حدیث سے استنباط بدون علت از روئے اصول فقہ جائز نہیں۔

البتہ اس حدیث سے ان بیوہ عورتوں کے لیئے جواز کی دلیل لی جاسکتی ہے جو (دوبارہ) شادی کرنے کی بوجہ مجبوری خواہش مند نہ ہوں۔بصورتِ دیگر اس سے جوازِ عام کی صورت محض مقلدانہ اندھا پن ہے کہ جو اگلوں نے لکھ دیا۔اگرچہ ان سے اس نص کے سمجھنے میں سہو ہوا اور ان کے بعد آنے والے آنکھ بند کرکے اسی پر فتویٰ صادر کرتے چلے گئے۔پھر اس حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا پر خیر القرون کی عورتوں یعنی امہات المؤمنین کے علاوہ دیگر صحابیات رضی اللہ عنھنّ اور تابعیاتؒ اور اس کے بعد میں اس پر عمل ہوا ہے یا نہیں؟ کم از کم میری نظر سے تو اس پر عمل کرنے کا ثبوت نہیں گزرا۔رہی بات کہ عدم جواز کی بھی کوئی روایت ثابت ہے یا نہیں تو اس سلسلہ میں یہ عملی تواتر از عہدِ صحابیات تا ایندم کافی ہے۔البتہ مزید معلومات کے لیئے کتبِ احادیث وفقہ کی ورق گردانی کرنے کی ضرورت ہے۔(بحوالہ سابقہ ایضاً)

مُثلہ:

مُثلہ کا اصل معنیٰ تو یہ ہے میدانِ جہاد وقتال میں کام آنے والوں کے ناک کان کاٹنا جس سے نبی ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔وہ چاہے کافر ہی کیوں نہ ہو۔حتیٰ کہ صحیح مسلم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:((قاتلوا من کفر باللہ، لا تغلوا اولا تمثّلوا))’’کافروں سے جہاد کرو، غنیمت کا مال مت چراؤ اور مُثلہ مت کرو‘‘

امام نوویؒ نے عورتوں کے سر کے بال منڈوانے کو بدعت اور ان کے حق میں مُثلہ قرار دیا ہے۔(المجموع شرح المہذب ۱۵۰/۸) اور جیسا کہ پہلے گزرا ہے کہ عورتوں کا اپنے بالوں کو کاٹنا مُثلہ کے شبہ سے خالی نہیں بلکہ بعض احادیث اور فقہاء کے اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی مثلہ ہے۔مثلاً معجم طبرانی کبیر میں ایک حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔اس میں ہے:

((من مثّل بالشعر فلیس لہ عند اللہ خلاق))

’’جو بالوں کے ساتھ مُثلہ کرے اس کے لیئے اللہ کے پاس (اخروی جزاء سے) کوئی حصّہ نہیں ہے۔‘‘

مولانا بستوی کی تحقیق:

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد مولانا عبدالسلام بستوی نے اپنی کتاب ’’اسلامی صورت‘‘ میں لکھا ہے:

’’یہ حدیث عام ہے، خواہ عورتیں ہوں یا مرد۔اگر عورتیں سر کے بال کترائیں گی یا منڈوائیں گی تو اس روایت کے تحت داخل ہونگی۔الخ‘‘ (ص ۳۳)

اور فقہاء میں سے صاحبِ ہدایہ نے لکھا ہے:(حلق الشعر فی حقھا مثلۃ کحلق اللحیۃ فی حق الرجال)(ہدایہ)’’عورتوں

کے حق میں سر کے بال منڈوانا مُثلہ ہے جیسے مردوں کے بارے میں داڑھی منڈوانا مُثلہ ہے۔فقہ حنفی کی اس کتاب کی طرح ہی روح البیان اور بحر الرائق میں بھی عورتوں کے سر مونڈوانے کو مُثلہ کہا گیا ہے۔(بحوالہ سابقہ)اب کہا جاسکتا ہے کہ سر منڈوانا تو مُثلہ ہوگا جبکہ یہ خواتین سر منڈواتی تو نہیں بلکہ اگلے حصہ کے یا سارے سر کے بال کٹواتی یا کاٹتی ہیں تو اس کا جواب سابقہ الفاظ میں ہی موجود ہے کہ اگر وہ سر کے بال منڈواتیں تو مثلہ ہوتا۔وہ کچھ حصے کے بال کاٹتی ہیں،اسی لیئے کہا گیا ہے کہ ان کا یہ فعل مُثلہ کے شبہ کے ضمن میں آتا ہے لہٰذا ناجائز ہے۔

مفتئ اعظم سعودی عرب کا فتویٰ:

سعودی عرب کے مفتئ اعظم شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخؒ کا فتویٰ ہے کہ عورتوں کے لیئے اپنے سر کے بال کاٹنا یا منڈوانا کسی بھی طرح جائز نہیں ہے کیونکہ حدیث میں حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں:

((نهى رسول الله ﷺ ان تحلق المراة راسها))(رواہ النسائی وابن جریر)

’’نبی ﷺ نے عورتوں کو سر کے بال منڈوانے سے منع فرمایا ہے۔‘‘

اور قاعدہ یہ ہے کہ جب آپ ﷺ کسی چیز سے منع فرمادیں تو وہ چیز حرام ہوتی ہے۔الّا یہ کہ بعد میں کوئی دوسرا حکم نازل وصادر ہوجائے اور ملّا علی قاری کی المرقاۃ شرح مشکوٰۃ سے ان کا قول نقل کیا ہے کہ’’عورت کو سر منڈوانے سے اس لیئے منع کیا گیا ہے کہ جس طرح مردوں کے لیئے داڑھی خوبصورتی اور اسلام کی نشانی ہے اسی طرح عورتوں کے لیئے چوٹی حسن وزیبائی اور اسلام کی علامت ہے۔(مجموع فتاویٰ شیخ محمد ابراہیم ۲/۴۹،نیز دیکھیئے:تنبیھات علیٰ الاحکام تختص بالمؤمنات،تالیف شیخ ڈاکٹر صالح الفوزان،ماہنامہ آثار جدید مئوناتھ بھنجن جلد۸ شمارہ ۹/۸ مشترکہ،مضمون مولانا انصار زبیر محمدی[حال مقیم الجبیل]القصیم سعودی عرب)

خلاصہ کلام:

جن حضرات نے بھی جواز کی رائے دی ہے ان کا استدلال صحیح مسلم کی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے اور سابقہ سطور سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے۔لہٰذا جواز کی رائے بھی صحیح نہ ہوئی۔

اور اس قسم کا فیشن جن عورتوں میں رواج پارہا ہے ان میں بے پردگی اور مغربی تہذیب کی نقالی کچھ اس حد تک عام ہوچکی ہے کہ اسے یہ معنیٰ دینا بھی کافی دشوار ہے کہ وہ صرف اپنے شوہر کے لیئے آرائش وزیبائش اور بناؤ سنگھار کی خاطر ایسا کرتی ہوں گی۔کیونکہ آج بازاروں کی رونق اور چہل پہل صرف ایسی خواتین ہی کے دم قدم سے ہے جو کہ سراپا فتنہ بن کر بے حجاب وبے مہابا بازاروں میں اور مخلوط تقریبات میں پائی جاتی ہیں۔ایسی صورت کو بھلا شوہر کے لیئے تزین کیسے کہا جاسکتا ہے؟